مولانا محمد حنیف ندویؒ اور ان کی تفسیر 'سراج البیان'

ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس

اسلامی علوم میں تصنیف و تالیف کا کام عربی زبان کے بعد سب سے زیادہ اردو زبان میں ہوا ہے۔ اس میں اسلامیات کی ایسی کتب بھی تصنیف کی گئی ہیں جن کے تراجم بعد میں عربی زبان اور دیگر زبانوں میں ہوئے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس زبان میں علوم دینیہ کی اصطلاحات کی تفہیم کی کس قدر صلاحیت ہے۔ اگر صرف علومِ قرآن پر ہی نظر ڈالیں تو ان کی ہر نوع پر اردو زبان میں وافر ذخیرہ موجود ہے۔ اب تک اس میں سیکڑوں تفاسیر لکھی جا چکی ہیں۔ اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی تفسیر 'سراج البیان' ہے، جسے مولانا محمد حنیف ندویؒ نے تحریر کیا ہے۔

مختصر حالاتِ زندگی

مولانا محمد حنیف ندوی ۱۰/ جون ۱۹۰۸ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ درجۂ چہارم تک مقامی اسکول میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۲۵ء میں مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ (م ۱۹۶۸ئ) سے مروجہ دینی علوم کی تکمیل کی۔ پھر مولانا سلفی نے ان کے لیے علامہ سید سلیمان ندویؒ (م ۱۹۵۳ئ) کے نام سفارشی خط لکھا، جس کے نتیجہ میں ۱۹۲۵ء کے آخر میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں آپ کو داخلہ ملا۔ یہاں جن اصحابِ علم سے آپ نے استفادہ کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) مولانا عبدالرحمن ندوی نگرامیؒ (م ۱۹۲۶ئ)

(۲) مولانا حمید احسن ٹونکیؒ (م ۱۹۴۲ئ)

(۳) مولانا حفیظ اللہؒ (م ۱۹۴۴ئ)

مولانا محمد حنیف کا دارالعلوم ندوۃ العلماء میں دورِ طالب علمی پانچ سال رہا۔اس کے بعد کچھ عرصہ دارالمصنفین اعظم گڑھ سے بھی متعلق رہے۔ پھر گوجرانوالہ واپس آئے۔ لاہور کی مسجد مبارک میں خطابت کے فرائض انجام دیے۔ ۱۹۵۱ء میں ادارۂ ثقافت اسلامیہ سے وابستہ ہوئے اور چھتیس (۳۶) سال اس ادارہ میں خدمات انجام دینے کے بعد ۱۲/ جولائی ۱۹۸۷ء میں آپ کی وفات ہوئی۔

مولانا نے مختلف موضوعات پر بہت کچھ لکھا ہے، مگر یہ لکھنا سرکاری عہدوں میں ترقی کے لیے نہ تھا، بلکہ محض علم کی خدمت کے طور پر تھا۔ چونکہ آپ کو فلسفہ سے دلچسپی تھی اور آپ فلسفہ کانگریس کے صدر بھی تھے، اس لیے آپ کی تحریروں میں دلائل اور ربط کا زور نظر آتا ہے۔آپ کی درج ذیل تصانیف ہیں:

(۱) تفسیر سراج البیان
(۲) مطالعۂ قرآن
(۳) لسان القرآن
(۴) مولانا فتح محمد جالندھری کے ترجمۂ قرآن پر نظر ثانی
(۵) مطالب القرآن فی ترجمۃ القرآن
(۶) صحیح بخاری کا اردو ترجمہ (نامکمل)
(۷) مطالعۂ حدیث
(۸) اساسیاتِ اسلام
(۹) مسلمانوں کے عقائد و افکار (دو جلدیں)
(۱۰) افکارِ غزالی
(۱۱) سرگزشتِ غزالی
(۱۲) تعلیماتِ غزالی
(۱۳) مکتوبِ مدنی
(۱۴) عقلیاتِ ابن تیمیہ
(۱۵) افکارِ ابن خلدون
(۱۶) مسئلہ اجتہاد
(۱۷) تہافت الفلاسفۃ (تلخیص و تفہیم)
(۱۸) گاندھی جی کی سیوا میں شردھا کے پھول
(۱۹) مجبوریاں (لحظات کا اردو ترجمہ)

درج ذیل جرائد و اخبارات میں آپ کے مضامین شائع ہوئے:

(۱) حقیقتِ اسلام، لاہور
(۲) اسلامی زندگی، لاہور
(۳) ہفت روزہ مسلمان، سوہدرہ
(۴) ہفت روزہ الاخوان، گوجرانوالہ

(۵) ہفت روزہ الاعتصام، گوجرانوالہ (۶) سہ روزہ منہاج

(۷) روزنامہ امروز ا؎

تفسیر سراج البیان

اردو کی جن تفاسیر پر بہت کم توجہ دی گئی ہے ان میں سے ایک سراج البیان ہے۔ حالاں کہ اپنے مندرجات، موضوعات اور معلومات کی بنیاد پر وہ اس کی مستحق ہے کہ عام ہو۔ مولانا حنیف ندوی کو قرآنیات سے خصوصی شغف تھا۔ انھوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے تفسیرِ قرآن میں تخصص کیا تھا۔ ۲؎

تفسیر سراج البیان کا منصوبہ شیخ محمد اشرف نے بنایا تھا۔ ابتدائی پندرہ پارے ڈیڑھ سال میں مکمل ہوئے۔ پندرہ پاروں کے بعد یہ ذمہ داری سراج الدین (۱۹۰۳-۱۹۸۴) نے لے لی۔ انھوں نے مولانا کو سری نگر کے قریب ایک صحت افزا مقام پر بھیج دیا، تاکہ تفسیر مکمل ہو جائے۔ مولانا نے وہاں پچیس (۲۵) دن قیام فرمایا۔ اچانک انھیں اپنے بیٹے کی وفات کی خبر پہنچی تو واپس ہوئے، مگر اس عرصہ میں بقیہ پندرہ پارے مکمل ہو چکے تھے۔ یہ ۱۹۳۳-۱۹۳۴ء کا واقعہ ہے۔ ابتدائی اشاعتوں میں شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ کے تراجم کے ساتھ تفسیری حواشی شائع ہوتے رہے، مگر بعدازاں دونوں بزرگوں کے ترجموں سے مستفاد ترجمہ کیا گیا ۳؎ مگر کئی مقامات پر یہ مستفاد ترجمہ تفسیری حواشی سے مطابقت نہیں رکھتا۔ ۴؎ راقم کے پاس موجود نسخہ ۱۹۸۳ء کا مطبوعہ ہے، جس کے کاتب منشی سید احمد خوش نویس ہیں۔ ملک سراج دین نے اس کا انتساب اپنی بیوی مسماۃ تاج بیگم کے نام کیا ہے۔ اس ایڈیشن کی ابتدا میں فضائل و مقاصدِ قرآن کے عنوان سے عبدالرحمن طارق کا مضمون ہے ۵؎ جب کہ اردو تراجم کی ابتدا کے بارے میں ایک ورق کا مضمون مشرف علی تھانوی کا ہے اور یہ ۶/ مارچ ۱۹۲۶ء کو لکھا گیا ہے۔ ۶؎

زیر نظر ایڈیشن پانچ جلدوں میں ۱۶/۲۰x۳۰ کے سائز پر شائع ہوا ہے۔ صفحات کے نمبر مسلسل ہیں۔ کل صفحات ۱۴۴۷ ہیں۔ ہر جلد میں موجود پاروں پر علیحدہ سے ٹائٹل لگایا گیا ہے اور ہر ٹائٹل پر یہ آیت مع ترجمہ درج کی گئی ہے:

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْآنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ

''یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے''۔

پہلی جلد میں اندرونی ٹائٹل ہے، جب کہ دیگر جلدیں اس سے خالی ہیں۔ اس اندرونی ٹائٹل اور ہر پارے کے بیک ٹائٹل پر اس تفسیر کے مآخذ ومصادر اور خصوصیات درج کی گئی ہیں۔ مآخذ ومصادر کا تذکرہ مولانا نے ان الفاظ میں کیا ہے:

''یہ تفسیر تمام مستند عربی، فارسی اور اردو تفاسیر اور دیگر کتبِ احادیث کی مدد سے لکھی گئی ہے اور جن کتب سے مدد لی گئی ہے ان میں سے کچھ نام یہ ہیں: خازن، روح المعانی، تفسیر کبیر امام رازی، تفسیر ابن جریر، درمنثور، تفسیر ابن کثیر، مدارک، مستدرک حاکم، مسند بزار، اسباب النزول از علامہ جلال الدین سیوطی، تفسیر حقانی، خلاصۃ التفاسیر، موضح القرآن، تفسیر حسینی، تفسیر بیان القرآن، اور کتب صحاح ستہ: بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی، طحاوی، موطا امام مالک وغیرہ''۔

اس تفسیر کی خصوصیات مولانا نے درج ذیل نکات کی شکل میں بیان کی ہیں:

(۱) ہر صفحہ کے مضامین کی تبویب

(۲) انداز محققانہ

(۳) عصری علوم ومعارف سے موقع بہ موقع استفادہ

(۴) تصوف وکلام کے معارفِ تفسیری کا استیعاب

(۵) ادبی ولغوی نِکات وحِکم کا تذکرہ

(۶) جدید زندگی کے مسائل کی وضاحت

(۷) مذہبِ سلف کی برتری اور تفوق کا اظہار

(۸) حلِ لغات

(۹) زبان اعلیٰ درجہ کی اور اندازِ بیان وجد آفریں۔

(۱۰) سب سے بڑی بات یہ کہ آپ اس کا مطالعہ کر کے یہ محسوس کریں گے کہ قرآن دنیا کے ادب میں سب سے عمدہ اضافہ ہے۔

تفسیر کی امتیازی خصوصیات

اس تفسیر کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

(۱) آیات کی وضاحت کے لیے عناوین

ہر صفحہ پر آیت کی تشریح کے لیے مولانا ایک عنوان درج کرتے ہیں اور اس کے تحت اس آیت کی تفسیر پیش کرتے ہیں۔ مثلاً سورۃ البقرۃ کی ابتدا میں الٓمٓ کی وضاحت 'حروف مقطعات کا فلسفہ' کے عنوان سے کی ہے (جلد اول، ص ۳)۔ اگر چہ اسی صفحہ پر دوسری اور تیسری آیت کی تفسیر بھی موجود ہے، مگر ان کے لیے ف ۱، ف ۲، اور ف ۳ کے رموز استعمال کیے ہیں۔ اس اسلوب کی پیروی پوری تفسیر میں کی گئی ہے۔ گویا کوئی اہم عنوان لکھ کر اس کی تفصیلی وضاحت کر دیتے ہیں اور دیگر میں وضاحت طلب نکات کو اختصار کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔ یہ عناوین بڑی جامعیت کے حامل ہیں۔ ان کے تحت درج چند سطور عمیق نظری اور اسلوب بیان کی مہارت کی آئینہ دار ہیں۔ مثلاً سورۃ القصص کی آیت ۴ کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔ اس کا عنوان 'قصۂ غلامی و آزادی' ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

> ”یہ قصہ حقیقت میں فرعون اور موسیٰ کا قصہ ہی نہیں، بلکہ حق و باطل کی معرکہ آرائی کا مکمل نقشہ ہے۔ فرعون اور فرعون جیسے ظالموں کی داستانِ عبرت ہے، بلکہ یوں کہیے کہ آزادی اور غلامی کا کامل موٹو ہے۔ اس میں وہ تمام داؤ پیچ بیان کیے گئے ہیں جو ظالم اور برسرِاقتدار قومیں غلامی کی زنجیروں کو مستحکم کرنے کے لیے اختیار کرتی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کو ہمیشہ کے لیے ذلیل اور غلام رکھنے کے لیے دو تجویزوں کو پسند کیا۔ ایک یہ کہ ان میں افتراق و تشتّت کے جذبات پیدا کر دیے جائیں اور وحدت و یکسانی کی مخالفت کی جائے، دوسرے یہ کہ لڑکوں کو ذبح کر ڈالا جائے اور لڑکیوں کو چھوڑ دیا جائے کہ وہ اس غلامانہ زندگی پر قانع رہیں۔ بتائیے کہ کیا آج کے فرعون نے اس فرعون سے زیادہ دانائی سے انھی دو طریقوں کو استعمال نہیں کرایا؟

یہ لڑائی اور ہنگامے، یہ اختلافات کے طوفان اور جھگڑے، یہ جماعت بندیاں اور گروہ سازیاں کیا اس لیے نہیں پیدا کی جارہی ہیں''۔ (جلد ۴،ص ۹۲۱)

یہ اسلوب کہ پہلے عنوان قائم کیا جائے، پھر عنوان کی وضاحت کی جائے اور اس وضاحت میں قرآن کریم کے احکام وتعلیمات کی روشنی میں عصری رویّہ کی تشریح کی جائے، پوری تفسیر میں نظر آتا ہے۔ چند عنوانات ملاحظہ فرمائیں:

(الف) سورہ الشعراء کی آیت ۴۹ کے لیے عنوان: 'نشۂ ایمان اور حلاوتِ اسلامی' (جلد ۴،ص ۸۸۲)

(ب) سورہ یٰس کی آیت ۲۲ کے لیے عنوان: 'میں کیوں خدا کی عبادت نہ کروں؟' (جلد ۴،ص ۱۰۵۷)

(ج) سورۃ المعارج کی آیت ۲۴ کے لیے عنوان: 'مال داروں کی ذہنیت' (جلد ۵،ص ۱۳۶۴)

(د) سورہ التوبہ کی آیت ۲۷ کے لیے عنوان: 'مومن کا ذوقِ معرفت' (جلد ۲،ص ۴۷۳)

(۲) حلِّ لغات

مولانا حنیف ندویؒ نے لسان القرآن کے نام سے قرآنی لغت مرتب کی تھی۔ جلد سوم حرف 'ذ' سے شروع کی، مگر مسودہ کا سو (۱۰۰) صفحہ لکھا تھا کہ بیمار ہو گئے۔[۷] لغوی تحقیق کا یہ ذوق اس تفسیر میں بھی نظر آتا ہے۔ ہر صفحہ پر موجود قرآنی آیات کے مشکل الفاظ کی توضیح 'حلِّ لغات' کے عنوان سے کی ہے۔ یہ لغوی وضاحت کہیں بالکل مختصر ہے کہ ایک عربی لفظ کے لیے متبادل اردو لفظ لکھ دیا اور کہیں ایک آدھ جملہ میں ہے۔ دونوں کی مثالیں ملاحظہ ہوں:

(الف) مختصر لغوی وضاحت

(۱) الحرام: عزت، بیت الحرام: عزت کا گھر (جلد ۲، ۲۹۴)

(۲) شیعاً، جمع شیعۃ: گروہ، جماعت (جلد ۲،ص ۳۲۲)

(۳) الأعراب: گنوار، دیہاتی (جلد ۲،ص ۴۸۲)

(ب) قدرے تفصیلی لغوی وضاحت

(۱) سورۂ اعراف کی آیت ۴۰ 'حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ' کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''**الجمل** کا ترجمہ عام مترجمین نے اونٹ کیا ہے۔ لیکن یہ معنی زیادہ متبادر نہیں۔ **الجمل** موٹے رسے کو بھی کہتے ہیں۔ یہ زیادہ صحیح معنی ہے، کیونکہ اس طرح سوئی اور رسے میں ایک تلازم قائم رہتا ہے''۔ (جلد ۲، ص ۳۶۹)

(۲) سورۂ یوسف کی آیت ۸ 'اِنَّ اَبَانَا لَفِی ضَلٰلٍ مُّبِیْن' کے تحت لکھا ہے:

''ضلال: گم راہی، مغلوب ہونا، گم ہونا۔ ہلاک ہونا۔ ضلال کا لفظ عربی میں وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لغزشِ فکر سے لے کر گناہِ کبیرہ تک سب کو ضلال کہا جاتا ہے۔ اس لیے جہاں یہ لفظ استعمال ہوا ہو، یہ دیکھ لینا چاہیے کہ کن معنوں میں یہاں استعمال ہوسکتا ہے؟ یہاں اس کے معنیٰ مغلوب ہونے کے ہیں''۔ (جلد ۲، ص ۵۶۳)

(۳) سورۂ توبہ کی آیت ۹۰ 'وَجَاءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ' کے ضمن میں لکھا ہے:

المعذّرون: فرائ، زجاج، ابن الانباری، ابو عبید، اخفش اور ابو حاتم کے نزدیک اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے عذر صحیح نہ ہوں۔ جوہری اور زمخشری کے نزدیک اس کے معنیٰ صحیح عذر والے کے ہیں اور یہی معنیٰ درست ہیں''۔ (جلد ۲، ص ۴۷۹)

(۳) مقامِ نبوت اور عظمتِ نبوی کا دفاع

مولانا قرآن کریم کی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے ایسی تعبیرات اختیار کرتے ہیں جن سے منصبِ نبوت پر کوئی حرف نہ آئے۔ اس حوالہ سے دو مثالیں پیش خدمت ہیں:

(۱) سورۃ الضحیٰ کی آیت ۷: وَوَجَدَکَ ضَآلاًّ فَھَدٰی کی وضاحت کرتے ہوئے لفظ 'ضال' کی بڑی خوب صورت وضاحت کی ہے، جس سے گم راہی کی نسبت نبی کی طرف نہیں کرنی پڑتی۔ لکھتے ہیں:

’’امام رازیؒ نے کوئی بیس وجوہِ تاویل کا ذکر کیا ہے، جن میں سے ایک وجہ، جو پسندیدہ ہے، یہ ہے کہ ضلالت کے معنی محبت اور شوق کے بھی ہوتے ہیں...... اس صورت میں معنیٰ یہ ہوں گے کہ ہم نے آپ کو بدرجۂ غایت حق وصداقت کا عاشق ومتجسس پایا اور پھر اس جاں نثار محبت کی تسکین یوں کی کہ آپ کو پورا نظامِ معرفت عطا کیا‘‘(جلد ۵،ص ۱۴۳۰)

(۲) سورہ الفتح کی پہلی آیت: **لِيَغْفِرَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ** کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ’غفرانِ ذنب‘ کے حوالے سے مختلف تاویلات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

’’مگر ان سب تاویلوں میں ایک نقص یہ ہے کہ ان کا تعلق نفسِ واقعہ سے کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا۔ آیات میں فتحِ مکہ کا مژدہ سنایا جارہا ہے اور درمیان میں ’غفرانِ ذنب‘ کا ذکر آ گیا ہے، جو بہ ظاہر بالکل غیر متعلق معلوم ہوتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ’ذنب‘ کے معنی یہاں گناہ ،معصیت یا ترکِ اولی کے نہیں ہیں، بلکہ الزام کے ہیں۔ اس کی نظیر خود قرآن میں ملتی ہے۔‘‘

(جلد ۵،ص ۱۳۲۲)

(۴) تصوف کا عنصر

مولانا مسلکاً اہل حدیث تھے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ایک جلسہ میں قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ سے ان کا تعارف کراتے ہوئے کہا تھا: ’’یہ آپ کے ہم مسلک ہیں‘‘[۲۲]، مگر اس کے باوجود تفسیر میں بعض صوفیانہ اصطلاحات کی وضاحت یا صوفیانہ مباحث کا بیان مل جاتا ہے۔ مثلاً سورہ الفرقان کی آیت ۳۴: **اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ** کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

’’بعض صوفیا نے کہا ہے کہ منہ کے بل چلنا اس کیفیت سے تعبیر ہے کہ ان لوگوں کے دل اس عالمِ حشر میں بھی دنیا کے مرغوبات سے متعلق رہیں گے اور ماسوی اللہ خواہشات ہنوز باقی رہیں گی۔‘‘(جلد ۴،ص ۸۶۷)

اسی طرح سورہ طٰہٰ کی آیت ۱۲ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

''تصوف کی اصطلاح میں تجلی ایک جنس ہے، جس کے ماتحت اظہار و شہود کی مختلف نوعیں آجاتی ہیں''۔ (جلد ۳، ص ۸۴۶)

(۵) سیرت نگاری کا رجحان

مولانا حنیف ندویؒ کو سیرت نگاری کا خاص ذوق ہے۔ انھوں نے 'چہرۂ نبوت قرآن کی روشنی میں' کے عنوان سے ایک سلسلۂ مضامین تحریر کیا تھا، جس میں قرآن کریم کے تناظر میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کیا تھا۔ تفسیر میں بھی وہ متعدد مقامات پر اسوۂ رسول اور سیرتِ رسول سے استدلال و استشہاد کرتے نظر آتے ہیں۔ مثلاً درج ذیل عنوانات کے تحت انھوں نے سیرت النبی سے متعلق گراں قدر شذرات رقم کیے ہیں:

(۱) مقامِ محمدی (جلد ۲، ص ۴۹۴)

(۲) حضورؐ کی سیرت کے دو پہلو (جلد ۳، ص ۶۳۵)

(۳) حضرت زینبؓ کا قصہ (جلد ۴، ص ۱۰۱۲)

(۴) عقیدۂ ختمِ نبوت ایجابی حقیقت ہے (جلد ۴، ص ۱۰۱۳)

(۵) حضورؐ کے چار منصب (جلد ۴، ص ۱۰۱۴)

(۶) اشعار کا برمحل استعمال

مولانا کی تحریر میں الفاظ کا خوب صورت انتخاب ملتا ہے۔ وہ زبان و بیان کے اعتبار سے بعض نئی تراکیب و نادر کلمات استعمال کرتے ہیں۔ بعض مقامات پر انھوں نے موقع ومحل کی مناسبت سے اشعار نقل کیے ہیں۔ مثلاً 'اللہ نہایت شفیق ہے' کے عنوان سے ایک آیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا:

''...... جب ایک معمولی دوست اپنے دوست کی توہین گوارا نہیں کرتا تو وہ کیوں کر اپنے دوستوں، عقیدت مندوں اور غلاموں کی توہین برداشت کرسکتا ہے۔ ؎

دوستاں راکجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

(جلد ۵،ص۱۱۵۹)

ان نمایاں خصوصیات کے علاوہ فقہی مسائل کا بیان، جدید تحقیقات کا تذکرہ، عقلی استدلال، عصری رویوں پر تنقید، قرآن کریم کا اعجاز، اور دیگر کئی ایسے موضوعات ہیں، جن پر علامہ ندویؒ نے سیر حاصل بحث کی ہے۔ ان خصوصیات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ عصری تشکیکی رویوں کو سمجھنے اور ان کا جواب دینے کے اعتبار سے 'سراج البیان' بہترین تفسیر ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تفسیر پر تحقیقی کام ہو، املا کی اغلاط درست کی جائیں اور جدید تقاضوں کے مطابق اس کو شائع کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

حواشی و مراجع

۱۔ مولانا کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ کیجیے: محمد اسحاق بھٹی (مرتب)، ارمغان حنیف، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۸۹ئ، الاعتصام، حنیف ندوی نمبر

۲۔ ارمغان حنیف، ص ۹۴

۳۔ حوالہ سابق، ص ۱۰۱- ۱۰۲، ۶۱ - ۶۲

۴۔ مثلاً ملاحظہ کیجیے ندوی، محمد حنیف، تفسیر سراج البیان، ملک سراج الدین اینڈ لاہور، ۱۹۸۳ئ، جلد ۵، ص: ۱۴۳۰ (سورۂ الضحیٰ آیت ۷ کی تفسیر)

۵۔ ندوی، محمد حنیف، سراج البیان، ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور، اپریل ۱۹۸۳ء، جلد اول، ص ۳ - ۱۴

۶۔ حوالہ سابق، ص: ۱۵ - ۱۶۔ اس کے بعد تفسیر کے صفحات 'صفحہ ا' سے شروع ہوتے ہیں۔

۷۔ ارمغانِ حنیف، ص ۳۳

۸۔ حوالہ سابق، ص ۹۴

☆☆☆